چوتھے سالِ نبوت کا کیلنڈر

مکی زندگی کا دوسرا دور

چوتھے سال کا آغاز

کوہِ صفا سے آوازہ توحید گونجا تھا کہ نبیوں کی سربراہی میں حق و باطل کی آخری جنگ کا طبل بج گیا

	نواں باب: نبوت کے چوتھے سال میں دعوتِ اسلامی پر ایک اجمالی نظر	۲۱
	دسواں باب: دعوت ایک عوامی دور میں	۲۹
	گیارھواں باب: مشرکینِ مکہ کی مخالفت کے اسباب	۴۵
	بارھواں باب: آخرت کے وجوب پر ذہن سازی	۶۳
	تیرھواں باب: بت پرستی اور شرک کے خلاف مہم اپنی انتہا پر	۸۹
	۱۴واں باب: حجاج کو اسلام اور اُس کی دعوت سے دور رکھنے کی تدابیر	۹۵
	پندرھواں باب: جِنّات ایمان لے آتے ہیں	۱۰۵
	سولھواں باب: قیامت کے لیے دلائل	۱۱۱

دسواں باب

دعوت ایک عوامی دور میں

۳۱ دعوت کے اساسی موضوعات

۳۳ بتوں کی کھلی مذمت

۳۴ بنوہاشم کو کھانے پر دعوت

۳۷ دعوت کو مہم کی شکل میں شروع کرنے کا حکم

۴۱ نبی ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق

۴۲ ابوجہل کی ناکامی

۴۳ ابوجہل کے ساتھ ایک مکالمہ

دسواں باب

دعوت ایک عوامی دور میں

نبوت کے چوتھے سال میں، دعوت و تبلیغِ عام کا آغاز

دعوت کے اساسی موضوعات: اِس سے قبل کہ ہم آنے والے دعوت کے دور پر گفتگو کا آغاز کریں گزشتہ تین سالوں میں ہونے والے کام کے چند پہلوؤں پر مزید بات کر لیں۔

ان اولین تین سالوں میں قرآن کی جو سورتیں نازل ہوئیں اُن میں سے پہلے سال میں نازل ہونے والی سورتوں: الْعلق، المدثر، الضحیٰ، الْأَنشراح، الْفاتحه، الْأَعْلیٰ، الْعَصر، الْعَادِیَات، التَّكَاثُر، الْفِیل، قُرَیْش اور الْقدر اگرچہ مختصر تھیں مگر دعوت کے اساسی متنوع موضوعات کو زیرِ بحث لائیں۔ اُٹھنے والی دعوت و تحریک کی نظریاتی بنیادیں، اُس کے علم برداروں کے اوصاف، اُس کے شان دار مستقبل، کرنے کے کام، زندگی کے مقصد اور اِس دنیائے فانی کی حقیر حیثیت جیسے مضامین اِن سورتوں کے موضوعات تھے۔ جب کہ نبوت کے دوسرے اور تیسرے سالوں میں نازل ہونے والی سورتوں: التین، الهمزۃ، القارعۃ، الزلزال، القیامۃ، الدھر، مرسلت، النّبا، النازعات، التّکویر، الْاِنْفِطار اور الرّحمٰن سورتوں میں موضوع کم و بیش آخرت اور مناظر و احوالِ قیامت کے گرد ہی مرکوز رہا تھا۔

یوں پہلے سال بنیادی متنوع موضوعات کے بعد قرآن کی آیات کے موضوع کی اس طرح تبدیلی اسلامی تحریکات کے لیے ایک پیغام دیتی ہیں وہ یہ کہ:

۱. تحریکی کام کے آغاز ہی میں بنیادی امور بالکل واضح ہوں اور پھر
۲. جم کر ایک مدت تک تزکیہ ہو اور تزکیے میں

- اوّلاً آخرت کی یاد،
- ثانیاً دنیاپرستی سے چھٹکارا اور
- ثالثاً مناظرِ قیامت کا ذہنوں میں پیوست ہو جانا ہے۔

ہر دور میں تحریکاتِ اسلامی کے قائدین کو یہ بات اچھی طرح سمجھنی اور جاننی چاہیے کہ دعوت کے لیے نمو میں اِسی تدریجی طریقے سے استفادہ لازمی (mandatory) ہے، اس سے اعراض کے نتیجے میں انجامِ کار (at the end of the day) اسلام اور تزکیہ نکل جاتا ہے، نتیجتاً کبھی صرف سیاسی اور کبھی صرف خانقاہی ہلچل رہ جاتی ہے۔

دارِ ارقم میں منتقلی [۴] نے شہر کے لوگوں کی نگاہوں میں اس سارے گروہ کو آشکار کر دیا تھا، ماحول میں ایک ایسی خاموشی تھی جو سمندر میں طوفان سے قبل ہو مگر پوری فضا شہادت دے رہی تھی کہ کچھ عجیب سی بات بس اب ہونے والی ہے اور وہ ہو گئی۔ روح الامین اللہ کا ایک اہم پیغام لے کر آپؐ کے پاس آگئے [۵] وحی کا یہ پیغام تاریخ کا رخ موڑنے والا تھا، یہ پیغام اِس شہر میں ایک ہلچل مچانے اور گھر گھر ایک فکری اور نظریاتی جنگ شروع کرانے کا اعلان تھا۔

۲۵: سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ [۲۶ — ۱۹: وَقَالَ الَّذِیۡنَ] آیات ۲۱۳ تا ۲۲۰

فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ فَتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِیۡنَ ﴿۲۱۳﴾ وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴿۲۱۴﴾ وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنۡ عَصَوۡکَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ

---

۴ یاد رہے جیسا کہ جلد اوّل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ تیسرے سال کے آخر میں ارقم بن الارقمؓ کے گھر میں تربیتی مرکز قایم ہو چکا تھا اور یہ چوتھا سال جاری ہے۔

۵ اکثر محدثین، مفسرین اور مورخین کا یہ خیال ہے کہ چوتھے سال کے آغاز میں پہلے سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ کی ۲۱۴ ویں آیت مدنیۃ 'وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ' نازل ہوئی اور پھر جلد ہی سورۃ الحجر کی ' فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ' والی آیت نازل ہوئی۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ کی اِن آیات ۲۱۳ تا ۲۲۰ سے صرفِ نظر کر کے پوری سورۃ کے اندازِ بیان کو دیکھیے، محسوس ہوتا ہے کہ یہ خطبہ اُس وقت کا ہے جب اہلِ ایمان پر ظلم و تشدد اپنے عروج پر تھا، یہ سورۃ اغلباً نبوت کے چھٹے سال نازل ہوئی جیسا کہ روایات اس کی تائید کرتی ہیں ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ پہلے سورہ طٰہٰ نازل ہوئی پھر واقعہ اور اس کے بعد الشعراء۔ سورہ طٰہٰ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ عمرؓ کے قبول اسلام سے پہلے نازل ہو چکی تھی جس کو انہوں نے زبانِ نبوت ﷺ سے کعبے کے پردے کے پیچھے چھپ کر سنا تھا اور جیسا کہ آپ چھٹے سال کے آغاز میں ایمان لائے تھے۔ اِس طرح اس کا سالِ نزول بھی چھٹا قرار پاتا ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ شعراء کی ۲۱۳ تا ۲۲۰ یعنی آٹھ آیات نبوت کے چوتھے سال کے آغاز میں اہلِ خاندان کی دعوت سے متصل قبل جبریلِ امین لائے ہوں گے اور باقی پوری طویل سورۃ بعد میں چھٹے سال نبوت میں نازل ہوئی ہو گی اور نبی ﷺ نے مذکورہ آیات کو ۲۱۲ ویں آیت کے بعد سورۃ کے آخر میں رکھوا دیا۔

مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾ وَ تَوَکَّلۡ عَلَی الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِیۡ یَرٰىکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۲۲۰﴾ [سُوۡرَۃُ الشُّعَرَآء، آیات ۲۱۳ تا ۲۲۰]

پس اے محمد ﷺ، اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے معبود کو نہ پکارو، ورنہ تم بھی سزا پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ، اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمھاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ، لیکن اگر وہ تمھاری نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری الذّمہ ہوں......اور اُس زبردست اور رحیم پر توکل کرو......جو تمھیں اُس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اُٹھتے ہو اور سجدہ گزار لوگوں میں تمھاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔ وہ سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے۔.. [مفہوم]

بتوں کی کھلی مذمت: اب بتوں کی کھلی مذمت ہے اور ببانگ دہل ڈنکے کی چوٹ یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے، اہالیانِ شہر جن معبودانِ باطل کو معبود خیال کرتے ہیں ان کی ہر گز اطاعت[۶] نہ کی جائے، بفرضِ محال اگر ایسا کیا تو اے محمد ﷺ آپ بھی اپنے آپ کو اللہ کی پکڑ سے نہ بچا سکیں گے۔ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے عزیز رشتہ داروں کو اللہ کی نافرمانی کے انجام سے ڈرائیں اور جو لوگ بات مان لیں اُن کے ساتھ عزت و تکریم، داد و دہش اور عفو و در گزر سے پیش آئیں۔ اور اگر وہ تمھیں رد کر دیں، تمھاری حمایت نہ کریں تو بے پروا اور بے نیاز ہو جاؤ تم پر اِن کے نہ ماننے اور منہ موڑنے کا کوئی وبال نہ ہوگا۔ اپنی اس مہم میں اللہ پر بھروسہ رکھو [کسی مداہنت کا خیال تک دل میں نہ لاؤ]، اپنے حامیان کی تعداد پر بھروسہ نہ ہو صرف ایک اللہ پر ہی بھروسہ ہو جو زبردست ہے اور کائنات کے تمام معاملات حکمت کے ساتھ چلاتا ہے۔ وہ اپنے پسندیدہ دین کے لیے تمھارا محتاج نہیں بلکہ وہ تمھاری کار گزاری اور جاں نثاری کا امتحان لینا چاہتا ہے وہ وہی معبود ہے جو راتوں کو تمھاری آہوں اور سسکیوں کے درمیان قدر دانی کرتا ہے اور تمھیں دنیا سے بے گانہ اپنے سجدہ گزار بندوں میں گن لیا ہے، پس اس کے سوا تمھیں کیا چاہیے؟ تم نتائج کے نہ ذمے دار ہو اور نہ

۶ پتھر کے بت اور زمین میں مدفون مردے اپنی اطاعت کے لیے نہ کسی کو حکم دے سکتے ہیں نہ ہی مجبور کر سکتے ہیں، ان کے استھانوں اور قبروں پر بیٹھے چالاک و عیار انسان اِن جھوٹے بے جان معبودوں کے نام پر اپنی خواہشات کی اطاعت کرواتے اور ان کے نذرانے کھا جاتے ہیں۔

اُن پر قادر ہو، وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اُس کا کام اس پر چھوڑو اپنا کام کیے جاؤ۔

بنو ہاشم کو کھانے پر دعوت: ان احکامات کے ساتھ آیات کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے سارے خاندان بنو ہاشم کو بنو مطلب بن عبد مناف سمیت اپنے گھر میں کھانے پر جمع کیا۔ یہ کل پینتالیس آدمی تھے، ان میں آپؐ کے چچا ابو طالب، حمزہؓ اور عباسؓ شریک تھے، ابو لھب بھی موجود تھا اور اُس نے ہی بات میں پہل کی اور محفل پر چھا گیا بولا: دیکھو یہ تمھارے چچا اور چچیرے بھائی ہیں، بات کرو لیکن بے وقوفی کی باتیں [نئے دین کی باتیں] چھوڑ دو اور یہ اچھی طرح جان لو کہ تمھارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا اور میرا یہ فرض ہے کہ تمھیں پکڑ لوں۔ پس تمھارے لیے تمھارے باپ کا خانوادہ ہی کافی ہے اور اگر تم اپنی بات پر اڑے رہے تو یہ بہت آسان ہو گا کہ قریش کے سارے قبایل تم پر یک بار گی حملہ کر دیں اور بقیہ عرب بھی ان کی پشت پر ہوں، پھر میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خاندان کے لیے تم سے بڑھ کر کبھی بربادی کا باعث بنا ہو۔" اس ساری بکواس پر نبی ﷺ نے ایک پر وقار خاموشی اختیار کیے رکھی اور اس اجتماع میں کوئی دعوتی گفتگو نہ کی۔

ابو لھب نبی ﷺ کا سگا چچا تھا۔ اپنی ذاتی وجاہت اور سرخ و سفید رنگت کی وجہ سے ابو لھب [لھب والا، شعلہ رو، شعلے جیسی سرخ و سپید رنگت والا] کہلاتا تھا۔ اس کی لونڈی ثویبہ نے بھی نبی ﷺ کو دودھ پلایا تھا، ابتدا میں آپ سے شفقت رکھتا تھا، اس کا تفصیلی تذکرہ سورۃ اللھب کے نزول کے موقع [۷] پر کریں گے۔

ہم اب دوبارہ نبی کریم ﷺ کی اُن کاوشوں کی طرف پلٹتے ہیں جو آپ نے اوپر مذکورہ سورۃ الشعراء کی آیات کی تعمیل کے لیے اپنے رشتے داروں میں شروع کی تھیں۔ خاندان کے افراد کے لیے

---

۷ سُوْرَۃُ اللَّھَب نویں سالِ نبوت میں اُس وقت نازل ہوئی جب قریش کے تمام قبائل کی جانب سے بنو ہاشم کا سہ سالہ معاشرتی و معاشی مقاطعہ جاری تھا [۷ تا ۹ بعثتِ نبوی] تاکہ وہ نبی ﷺ کی حمایت و حفاظت سے دست بردار ہو جائیں۔ بنو ہاشم کی اکثریت جو ایمان نہیں لائی تھی لیکن رائج قبائلی روایات کے مطابق اپنے قبیلے کے فرد [رسول اللہ ﷺ] کی حمایت و حفاظت سے دست کش نہ ہوئی مگر ابو لھب نے اُس موقع پر غیروں کا ساتھ دیا اور محمد ﷺ کی مخالفت میں انتہا کر دی، اس موقع پر اس کی مذمت میں اس کا نام لے کر یہ سورۃ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے حصہ دوم جلد پنجم باب #۴۷ صفحہ ۳۹۷۔

بُلائی جانے والی پہلی دعوتِ طعام میں ابو لھب کی بے جا مداخلت اور شور شرابے نے کام خراب کر دیا تھا چناں چہ آپ ﷺ نے تمام شرکا کو دوسرے روز کھانے پر دوبارہ[۸] جمع کیا اور ارشاد فرمایا[۹] :

سارے شکریے اور تعریفیں اللہ ہی کو زیبا ہیں، میں اسی کی حمد کرتا، اس سے مدد چاہتا، اس پر ایمان رکھتا اور صرف اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اُس ذاتِ یکتا کا کوئی شریک نہیں۔

"راہ بر خود اپنے گھر کے لوگوں کو جھوٹ اور فریب میں مبتلا نہیں کرتا۔ اُس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں تمھاری طرف خصوصاً اور انسانوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول ہوں۔

اللہ کی قسم! جس طرح رات کو نیند تمھیں آغوش میں لے لیتی ہے اِسی طرح تم موت سے دوچار ہو گے اور اسی طرح مرے پیچھے اُٹھائے جاؤ گے جس طرح سونے کے بعد صبح کو نیند سے بیدار ہوتے ہو۔ پھر جو کچھ تم نے کیا ہو گا اُس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اِس کے بعد یا تو ہمیشگی کی جنت ہے یا ہمیشگی کی جہنم۔

اے بنو عبد المطلب! اللہ کی قسم میں عرب میں کسی نوجوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے پاس اِس سے افضل چیز لایا ہو جو میں تمھارے پاس لایا ہوں۔ بلاشبہ میں تمھارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ اور بلاشبہ اللہ عزّوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اِس کی دعوت دوں۔ اس کام میں تم میں سے کون میری حمایت اور مدد کرے گا کہ وہ میرا بھائی بن جائے؟

آپؐ کی اس تقریر سے ایک سکوت چھا گیا، ایک تیرہ سال کے کم عمر بچے کی آواز نے اس سکوت

---

۸ مجھے یہ سوال پریشان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ دعوت میں چچا کے اس ہنگامے کے بعد وہ کیا گارنٹی تھی کہ چچا کو ہنگامے سے باز رکھا جا سکے گا کہ جس کی بنیاد پر دوسرے ہی روز آپ نے دوبارہ دعوتِ طعام پر لوگوں کو بلانے کی ہمت کر لی؟ ہمیں اس کا جواب تحریری تاریخ میں نہیں ملتا، میرا گمان اس طرف جاتا ہے کہ ضرور سردارِ قبیلہ ابو طالب بیچ میں پڑے ہوں گے اور انہوں نے یہ ضمانت لی ہو گی کہ جب تک آپؐ اپنی بات پوری نہ کہہ لیں گے ابو لھب نہیں بولے گا، اُس کو سردارِ قبیلہ نے پہلے بات کرنے سے منع کر دیا گیا ہو گا۔

۹ رسول اللہ ﷺ کا یہ ایک مختصر سا انتہائی جامع دعوتی خطبہ ہے جو آپ کے عظیم خطبات میں سے ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ہماری کتبِ احادیث میں یہ خطبہ موجود نہیں ہے، البتہ اہلِ تشیع کی مشہور کتاب 'نہج البلاغہ' میں یہ خطبہ بغیر اس وضاحت کے موجود ہے کہ یہ کب اور کس موقع پر ارشاد فرمایا گیا۔ تاہم اس کے الفاظ اور اندازِ خطاب بتا رہا ہے کہ یہ آپ کا اہلِ خاندان کے سامنے اولین خطاب ہے۔

کو توڑا، یہ علیؓ بن ابی طالب کی آواز تھی، بولے: "اگرچہ میں آشوبِ چشم میں مبتلا ہوں، اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں لیکن اس مہم میں آپؐ کا ساتھ دوں گا" بچے کی یہ بات سن کر وہ لوگ جن سے پہلے کوئی جواب نہ بن پڑا تھا اب ہنسنے لگے، اُن کی ہنسی گویا یہ مذاق اڑا رہی تھی کہ اتنی بڑی بات کو دیکھو اور اس بات پر لبیک کہنے والے ذرا سے بچے کو!

ایک لڑکے کی اس کم زور آواز کے بعد ایک توانا اور بارعب آواز گونجی جس نے سب کو ہمہ تن گوش کر دیا، یہ خاندان کے بزرگ ترین سردار جنابِ ابو طالب کی آواز تھی جو ابھی بول چکنے والے بچے کے والد اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا تھے، آپ نے کہا:

"اے محمدؐ کیا بتائیں کہ ہمارے لیے تمھاری اعانت و معاونت کتنی عزیز اور تمھاری نصیحت کس قدر عمدہ اور قابلِ قبول ہے اور ہم تمھاری بات کس قدر سچی جانتے اور مانتے ہیں۔ یہ تمھارے باپ کا خاندان ہے اور میں بھی اِس کا ایک فرد ہوں، میں تمھاری بات کی اور تمھاری پسند کی تکمیل کے لیے سب سے پیش پیش ہوں لہٰذا تمھیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو۔ واللہ! میں تمھاری مسلسل حفاظت و اعانت کرتا رہوں گا۔ البتہ میری طبیعت عبدالمطلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں"

ابولھب نے کہا: "اللہ کی قسم! یہ برائی ہے۔ اس کے ہاتھ دوسروں کے پکڑنے سے پہلے تم لوگ خود ہی پکڑ لو۔" (اور ابولھب ساری زندگی اسی بات پر جما رہا)

یہ سن کر ابو طالب نے گرج کر کہا: "اللہ کی قسم! جب تک جان میں جان ہے، ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔" (اور جناب ابو طالب ساری زندگی اسی بات پر جمے رہے)

ایمان کی نعمت سے محروم رہنے والے ابو طالب اور ابولھب دونوں ہی آپ کے حقیقی چچا تھے، ابو طالب اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد عبداللہ کی ماں بھی ایک ہی تھیں۔ ابو طالب قبیلے کے سربراہ ہونے کے ناتے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت میں تاحیات ممد و معاون رہے، آپ کی پشت پناہی سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کفار کی ایذا رسانیوں سے محفوظ رہے، اپنی شریفانہ اور حکیمانہ طبیعت اور صلاحیت سے آپ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حمایت اور حفاظت کا حق ادا کر دیا۔ اسلام کی قبولیت کے حوالے سے موت کے وقت جاں کنی کے عالم میں دو طرح کی روایات ملتی ہیں جن میں سے ایک کے مطابق آپ نے اپنے باپ

عبدالمطلب کے دین پر مرنا پسند کیا اور دوسری کے مطابق آپ نے اُس بات کی تصدیق کی جو محمد ﷺ لے کر آئے تھے۔ اوّل الذکر روایت کتبِ احادیث میں زیادہ مضبوط اسناد کے ساتھ ملتی ہیں۔ ابولھب ساری زندگی آپ کی شدید مخالفت پر ڈٹا رہا۔

ان آیات کے نزول کے بعد دوسرا کام نبی ﷺ نے یہ کیا کہ اپنے دادا کی اولاد سے گفتگو کی اور ایک ایک کو پکار کر صاف صاف کہہ دیا کہ یابنی عبدالمطلب، یاعباس، یاصفیۃ عمۃ رسول اللہ، یافاطمۃ بنت محمد، انقذوا انفسکم من النار، فانی لا املک لکم من اللہ شیئاء سلونی من مالی ماشئتم۔ اے بنی عبدالمطلب، اے عباس، اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی، اے فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی، تم لوگ آگ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرلو، میں اللہ کی پکڑ سے تم کو نہیں بچاسکتا، البتہ میرے مال میں سے تم لوگ جو کچھ چاہو مانگ سکتے ہو"۔

سورۃ الشعراء کی اِن آیات کی تعمیل میں قریبی عزیزوں کو دعوت کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ روح الامین اللہ تعالیٰ کا ایک اور حکم لے کر تشریف لے آئے [10]:

۲۶: سُوْرَۃُ الْحِجْر[۱۵—۱۳: وَمَا أُبَرِّئُ، ۱۴: رُبَمَا] آیات ۹۴تا۹۹:

دعوت کو مہم کی شکل میں شروع کرنے کا حکم

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ [سُوْرَۃُ الْحِجْر آیات ۹۴تا۹۹]

پس اے نبیؐ، جس چیز کا تمھیں حکم دیا جارہا ہے اُسے ہانکے پُکارے کہہ دو اور شرک کرنے والوں

۱۰ سورہ حجر بھی سورہ یونس، ہود، اور اعراف، رعد اور ابرہیم کی مانند نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس وقت نازل ہوئی جب دعوت دیتے ہوئے ایک مدّت گزر چکی تھی اور مخالفین کی جانب سے مسلسل ہٹ دھرمی، استہزا، مزاحمت اور ظلم وستم کی حد ہو چکی تھی اہلِ مکہ پچھلی کافر قوموں کی طرح اپنے ہاں کے اہلِ ایمان کو شہر سے نکالنے پر تل گئے تھے، جس کی طرف ورقہؓ بن نوفل نے بھی اشارہ کیا تھا- یہ نبوت کا گیارہواں سال تھا۔ سورہ شعراء کی مانند اس کی [سورہ حجر کی] آخری آیات ۹۴تا۹۹ چوتھے سال کے آغاز میں نازل ہوئیں بعد میں جب سورہ حجر نازل ہوئی تو ان آیات کو سورہ کے آخر میں موضوع کی مناسبت سے جوڑ دیا گیا۔ (واللہ اعلم)

کی جانب سے مخالفت کی ذرا پروانہ کرو۔ تمھاری طرف سے ہم اُن مذاق اُڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی معبود قرار دیتے ہیں، عن قریب انھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ صریح گم راہی پر ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ تم پر بناتے ہیں اُن سے تمھارے دل کو سخت کوفت ہوتی ہے،(اس کا علاج یہ ہے کہ)اپنے رب کی تعریف اور شکریے کے ساتھ اُس کی پاکی بیان کرو،اُس کی جناب میں سجدے بجالاؤاور اُس آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے...[مفہوم آیات ۹۴-۹۹]

[یعنی یقینی چیز موت تک بندگی کے وہ مطالبات پورے کرتے رہو جن کا تذکرہ کیا جا رہا ہے (تعریف، شکریہ، تسبیح، سجدہ گزاری اور ہمہ تن و ہمہ وقت اللہ کی غلامی) یا دعوتِ دین کی اس مہم میں اللہ کی نصرت کے آنے تک کہ جس کا آنا بھی موت ہی کی طرح یقینی ہے اُس وقت تک۔

نبی ﷺ نے اِن دونوں لحاظ سے مطالباتِ بندگی کا حق ادا کر دیا اللہ کی نصرت کے آنے تک بھی جو تکمیلِ دین کے اعلان کی شکل میں آپؐ کو میدانِ عرفات میں ملی تھی آپؐ بندگی کا حق ادا کرتے رہے تھے اور اس بات کے کچھ روز بعد اُس وقت تک بھی جب آپؐ کو اللہ نے آپؐ کی موت کی اطلاع اس طرح دی کہ اللہ کی نصرت آچکی ہے آپؐ اپنے سپرد منصب کے کام سے فارغ ہو رہے ہیں، پس آپ اللہ کی پاکی بیان کرنے اور اور اُس کی حمد میں مصروف رہیں.....ملاحظہ فرمایئے سُوْرَةُالنَّصر

عرب میں قاعدہ تھا کہ جب صبح تڑکے کسی اچانک حملے کا خطرہ ہوتا تو جس شخص کو بھی اس کا پتا چل جاتا وہ کسی اونچی جگہ چڑھ کر 'یاصباحاہ' پکارنا شروع کر دیتا اور لوگ اس کی آواز سنتے ہی ہر طرف سے دوڑ پڑتے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اسی طریقے کے مطابق اس حکم (فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ) کی تعمیل کی کہ صبح سویرے صفا کے سب سے اونچے مقام پر کھڑے ہو کر پکارا: یاصباحاہ، یاصباحاہ(لوگو صبح کی پکار سنو،لوگو صبح کی پکار سنو یا پھر ہائے صبح کا خطرہ، ہائے صبح کا خطرہ)

آپ ﷺ کی آواز پر سب لوگ گھروں سے نکل آئے،اور جو خود نہ آسکا اس نے اپنی طرف سے کسی کو خبر لانے کے لیے بھیج دیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو نبی ﷺ نے خطاب فرمایا :

" اچھا تو میں ایک سخت عذاب سے پہلے تمھیں خبردار کر رہا ہوں، ایسا کرنے کے لیے اللہ کی

جانب سے مامور ہوں۔ میری اور تمھاری مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص نے دشمن کو دیکھ لیا پھر اس نے کسی اونچی جگہ چڑھ کر اپنے خاندان والوں پر نظر ڈالی تو اسے خوف ہوا کہ دشمن اُس سے پہلے پہنچ جائے گا، لہٰذا اس نے وہیں سے پکار لگانی شروع کردی یاصباحاہ! ہائے خطرناک صبح"! اس گفتگو کے بعد آپ ﷺ نے مختلف قریشیوں کو نام بنام پکار کر اسلام کی دعوت دی:

اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ

اے بنی کعب بن لُؤیّ! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ

اے بنی مرّہ! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ

اے آل قُصَیّ! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ

اے بنی عبد مَناف! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ

اے بنی عبد شمس! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ

اے بنی ھاشم! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ

اے آل عبد المطلب! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ

لوگو، اگر میں تمھیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دوسری طرف ایک بھاری لشکر ہے جو تم پر ٹوٹ پڑنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟ سب نے کہا ہاں، ہمارے تجربے میں تم کبھی جھوٹ بولنے والے نہیں رہے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا، " اچھا تو میں اللہ کا سخت عذاب آنے سے پہلے تم کو خبردار کرتا ہوں۔ اپنی جانوں کو اس کی پکڑ سے بچانے کی فکر کرو۔ میں اللہ کے مقابلے میں تمھارے کسی کام نہیں آسکتا۔ قیامت میں میرے رشتہ دار صرف متقی ہوں گے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ نیک اعمال لے کر آئیں اور تم لوگ دنیا کا وبال سر پر اٹھائے ہوئے آؤ۔ اس وقت تم پکارو گے یا محمدؐ، مگر میں مجبور ہوں گا کہ تمھاری طرف سے منہ پھیر لوں۔ البتہ دنیا میں میرا اور تمھارا خون کا رشتہ ہے اور یہاں میں تمھارے ساتھ ہر طرح کی صلہ رحمی کروں گا۔"

جب یہ پہاڑی کا وعظ ختم ہوا اور لوگ اسے سن کر خاموشی سے اپنے گھروں کو واپس جانے لگے تو ابولھب چیخ پکار کرنے لگا: غارت ہو جاؤ آج ہی کے دن۔ کیا یہی بات تھی جس کے لیے تو نے

ہم سب کو یہاں جمع کیا تھا"؟

اس طرح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے قریبی اعزہ واقربا کو وضاحت سے بتادیا کہ اب مجھے اللہ کا فرستادہ تسلیم کرنے پر ہی تعلقات منحصر ہیں۔ جس نسلی اور قبائلی بنیادوں پر مکہ کا نظامِ زندگی اور تمدن چل رہا ہے وہ اللہ کے دین کی اطاعت یا عداوت کی بنیاد پر اب نئے سرے سے ترتیب پائے گا۔

اس کے بعد نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مشرکین کو اعلانیہ عوامی مقامات پر اور ان کی محفلوں میں دعوت دینی شروع کردی۔ آپ لوگوں کے سامنے تلاوت قرآن فرماتے اور وہی ایک بات کہتے جو آپؐ سے پہلے تمام پیغمبر اپنی قوموں سے کہتے چلے آئے تھے کہ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ [الاعراف: ۷۳] "اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔" تمام انبیا کی دعوت کا نقطہ آغاز انسانوں کو تمام معبودانِ باطل سے بے زار اور منقطع کرکے ایک اللہ کی بندگی میں داخل کرنا ہوتا ہے، تمام قوموں میں اصلاح کے بعد جب بھی بگاڑ آتا ہے اسی نقطہ دعوت سے انحراف کے نتیجے میں آتا ہے اور تاویلات کے ذریعے شرک فکر و نظر اور تمدن میں جگہ پا جاتا ہے، اسی لیے تجدیدِ دین کا کام کرنے والے تمام لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے کام کا آغاز اسی نقطہ سے کریں۔ جب بھی بگاڑ کے اس منبع کو چھوڑ کر دوسرے مفاسد کی اصلاح کرنے کی کوشش کی گئی ہے بگاڑ میں سوائے اضافے کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ سید قطبؒ نے اپنی تصنیف 'معالم فی الطریق' میں اس موضوع پر بہت عمدہ بحث کی ہے۔ شرک کے استیصال کو نظر انداز کرکے بہت ساری اصلاحی تحریکات مسلم معاشروں میں مزید خرابی کا باعث بن جاتی ہیں۔

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹیوں کو طلاق: نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعلانِ نبوت سے قبل ابولہب نے اپنے دو بیٹوں عُتبہ اور عُتَیبہ کا نکاح نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دو صاحب زادیاں رقیہؓ اور ام کلثومؓ سے کیا ہوا تھا [رخصتی نہیں ہوئی

۱۱ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سن ۴ بعثتِ نبوی میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعلانِ نبوت پر ابولہب نے کوہِ صفا کی تقریر سن کے آپ کو برا بھلا کہا اور کہا کہ 'تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں' تو پھر سُوْرَۃُ اللَّھَب کا نزول ہوا جس پر ابولہب مشتعل ہوا اور اُس نے اپنے بیٹوں سے آپ کی بیٹیوں کو طلاق دلوائی، مفسرین میں سے ایک دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ جب قریش نے بنی ہاشم کا مقاطعہ کیا تو ابولہب نے اپنے قبیلے کا شعب ابی طالب میں ساتھ نہیں دیا بلکہ مشرکین کا ہم نوا بنا رہا، اس موقع پر سن ۹ بعثتِ نبوی میں سُوْرَۃُ اللَّھَب کا نزول ہوا اور رہا آپؐ کی بیٹیوں کو طلاق دلوانے کا معاملہ تو طلاق تو وہ اعلانِ نبوت کے آغاز یعنی سن ۴ بعثتِ نبوی میں دلوا چکا تھا، ہم نے اسی دوسری رائے کو زیادہ مناسب پایا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے حصہ دوم جلد پنجم باب #۴۷ صفحہ ۳۹۷۔

تھی]۔ آپؐ کے اعلانِ نبوت سے وہ اتنا مشتعل ہوا کہ اُس نے اپنے بیٹوں کو نہایت سختی اور درشتی سے حکم دے کر ان دونوں کو طلاق دلوادی۔ قریش کے دیگر اکابرین نے بھی اس احمق کو اکسانے میں حصہ لیا تھا۔ ابو لھب کے اس حد تک دشمنی پر جانے کی وجوہات سمجھ میں نہیں آتی ہیں، یقیناً کچھ معاملات ایسے ہوں گے جو تاریخ میں رپورٹ ہونے سے رہ گئے ہیں ہم سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ اُس کی قسمت ماری گئی تھی، وہ حسد کا مارا عقل کا کچا تھا۔

پہاڑی کے مذکورہ وعظ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بلا تکلف کعبہ میں نمازادا کرنا شروع کر دی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حرم میں اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر نماز پڑھنی شروع کی تو آپ کی قوم کو بہت ناگوار ہوا۔ انھوں نے آپ ﷺ کو طاقت اور اپنے رعب سے اس کام سے روکنا چاہا۔ اس نماز کے ذریعے مخالفین نے پہلی مرتبہ یہ محسوس کیا کہ محمد ﷺ کا معاملہ حنفا[۱۲] کی طرز کا کوئی معاملہ نہیں بلکہ یہ ایک نئے دین کے پیرو ہو گئے ہیں یعنی محمد ﷺ ایک نئے طرزِ زندگی اور نظامِ معاشرت اور نئے سماج کے علم بردار ہیں۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابو جہل نے لوگوں سے پوچھا: "کیا محمد ﷺ تمھارے سامنے زمین پر اپنا منہ ٹکاتے ہیں؟"..........لوگوں نے کہا: "ہاں"

اُس نے کہا: "لات اور عزیٰ کی قسم، اگر میں نے اُن کو اِس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو اُن کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا اور اُن کا منہ زمین میں رگڑ دوں گا"۔

ابو جہل کی ناکامی: پھر ایسا ہوا کہ وہ تاک میں رہا کہ نبی ﷺ نماز ادا کریں اور وہ اپنے ناپاک منصوبے کو روبہ عمل لائے۔ لوگ بھی اُس کا اعلان سُن چکے تھے اور منتظر تھے کہ اس 'جھگڑے' کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور دوسری جانب عالمین کے رب نے اپنے رسول کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا تھا۔ آخر ایک دن ایسا آ ہی گیا کہ وہ حرم میں آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ کر اس ناپاک ارادے سے آگے بڑھا کہ آپؐ کی گردن پر پاؤں رکھے، مگر یکایک لوگوں نے دیکھا وہ خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ رہا ہے اور اپنا منہ کسی چیز سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔

---

۱۲ حنفا وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی بت پرستی سے بے زار تھے اور توحید کے قائل تھے۔ مثلاً زید اور ورقہؓ۔ ان لوگوں اپنے خیالات کا اظہار تو ضرور کیا لیکن بتوں کی تنقیص اور توحید کی اشاعت کے لیے کسی مہم کا آغاز نہیں کیا۔

اس کی اس غیر متوقع بے بسی پر حیران وپریشان لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تجھے یہ کیا ہو گیا؟ اس نے کہا میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق اور ایک ہولناک چیز تھی اور کچھ پر تھے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے قریب پھٹکتا تو فرشتے اُس کے چیتھڑے اُڑا دیتے! روح الامین اِس واقعہ پر مالک الملک کی جانب سے سُورَۃُ الْعَلَق کی ۶تا۱۹ آیات لے کر نازل ہوئے (یاد رہے کہ پہلی پانچ آیات تین سال قبل پہلی وحی کے طور پر ۲۱ رمضان کو غارِ حرا میں نازل ہو چکی تھیں)۔ یہ واقعہ مسلم میں اسی طور بیان ہوا ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوہِ صفا پر تقریر سے متصل دنوں میں ہوا ہو گا جب آپ نے حرم میں نماز ادا کرنی بس شروع ہی کی تھی، ابنِ اسحٰق سے ابنِ ہشام نے بالکل اسی طرح کا واقعہ نقل کیا ہے جس کے مطابق وہ گردن پر پاؤں رکھنے کے لیے آگے نہیں بڑھا بلکہ ایک بہت بھاری پتھر لے کر سر کچلنے کے ارادے سے بڑھا اور اس واقعے کا زمانہ بھی ابنِ ہشام کے مطابق ابتدائی دعوت عام کا نہیں بلکہ مکہ کا دورِ متوسط (نو یا دس سنِ بعثت) ہے۔ واقعے کے اس طور کو ہم تیسویں باب 'رسول اللہ ﷺ براہِ راست ظلم وجور کا نشانہ' میں بیان کریں گے، ان شاء اللہ العزیز، وماتوفیقی الا باللہ

☆☆☆☆

۲۷: سُوْرَۃُ الْعَلَق [۹۶ — ۳۰:عَمَّ] آیات ۶ تا ۱۹

ہر گز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے اِس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے (حالاں کہ) پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔ تم نے دیکھا اُس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب کہ وہ نماز پڑھتا ہو؟ تمھارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہِ راست پر ہو یا پرہیزگاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمھارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھُٹلاتا اور مُنہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہر گز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اُسے کھینچیں گے، اُس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطاکار ہے۔ وہ بُلالے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بُلا لیں گے۔ ہر گز نہیں، اُس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔ (قرآن مجید میں یہ آیتِ سجدہ ہے)۔.. [مفہوم آیات ۱۹-۶]

صاحبِ تفہیم القرآن کہتے ہیں کہ فطری طور پر ان آیات کا مقام سورۃ العلق میں ہی ہونا چاہیے تھا کیوں کہ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد اسلام کا کعبے میں پہلا اعلانیہ اظہار نبی ﷺ نے نماز کی

ادائیگی ہی سے کیا تھا اور کفار سے آپؐ کی لڑائی کا آغاز بھی اِسی واقعہ سے ہوا تھا۔

☆☆☆☆

دینِ اسلام کی دعوت کو آہستہ آہستہ مزید مقبولیت حاصل ہونے لگی۔ جبر کے دور میں نظام سے بغاوت کر کے ایک انقلابی دعوت کو قبول کرنا آسان نہ تھا مگر لوگ اس نئے نظام میں اِکا دُکا داخل ہوتے ہی گئے۔ پھر جو اسلام قبول کرتا اُس میں اور اُس کے خاندان کے دیگر افراد میں جھگڑے اور اختلاف کی بنیاد پڑ جاتی۔ گھر گھر جو جھگڑا گزشتہ تین سال سے خاموشی سے بپا تھا اب ہانڈی میں ایک اُبال کی مانند برپا ہو گیا۔ جاہلی تہذیب کے علم بردار مخالفین اس صورتِ حال سے مضطرب ہو گئے اور وہ جو کچھ مستقبل میں جھانک رہے تھے اُس نے اُن کی رات کی نیندیں اور دن کا سکون حرام کر دیا تھا۔

ابو جہل کے ساتھ ایک مکالمہ: انھی دنوں کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقامِ ابراہیمؑ پر نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل کا گزر ہوا تو اس نے کہا: اے محمدؐ! کیا میں نے تم کو اس کام سے منع نہ کیا تھا؟ اور اس نے آپؐ کو دھمکیاں دینی شروع کیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو سختی کے ساتھ جھڑک دیا۔ اس پر وہ تعجب اور حیرت سے بولا: یا محمد، تم کس بل پر مجھے ڈراتے ہو۔ اللہ کی قسم، اس مکہ کی وادی میں میرے حمایتی تو سب سے زیادہ ہیں! اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ وہ بُلالے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بُلا لیں گے۔

انھی ایام میں ایک کم زور روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حرم کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان کیا تو کفار رسول اللہ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ حارث بن ابی ہالہ (ام المؤمنین خدیجہؓ بنت خویلد کے پہلے شوہر کے بیٹے) یہ خبر سن کر آپ کو بچانے کے لیے دوڑے آئے، کافروں نے ان کو شہید کر دیا۔ اسلام کی راہ میں وہ پہلے شہید ہیں [۱۳]۔ یہ روایت شاذ ہے، معروف اصحاب السیر میں سے اسے شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی اور نعیم صدیقی نے 'محسنِ انسانیت' میں نقل کیا ہے، مجھے اس کے صحیح ہونے میں بہت شبہ ہے۔ (واللہُ اَعلمُ)

دعوت کے مہم کی شکل میں اعلان نے ماحول میں ایک ہل چل مچا دی تھی۔ یہ حالات تھے جن میں اللہ تعالیٰ جبریل امین کو مستقل بھیجتے رہے اور اُن کے ذریعے کفار کے رویے پر تبصرے

---

۱۳ مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مصنف: قاسم محمود، ص-۳۰۷

اوراعتراضات وسوالات کاجواب قرآن کی آیات کی شکل میں ملتارہا۔رشتہ داروں کی دعوت اورپہاڑی کے وعظ کے بعد کم وبیش تین ماہ گزر چکے ہیں، جاہلی تہذیب کے علمبردار مخالفین طرح طرح کی باتیں بنارہے ہیں، روح الامین سُوۡرَۃُ سَبَا لے کر آتے ہیں، جسے کا مطالعہ ہم اگلے باب میں کریں گے، اِن شاءاللہ۔ تھوڑی دیر رک کر اگر نبوت کے چوتھے سال کے منظر نامے پر غور کریں تو یہ شکل سامنے آتی ہے کہ مکہ کی کم وبیش پانچ ہزار (بالغ مرداور عورتوں) کی آبادی میں سے ایک سو چوالیس [۱۴] (۱۴۴) افراد یعنی ڈیڑھ فی صد لوگ نبی ﷺ کے ہم نوا ہو چکے ہیں اور مخلصین مؤمنین کی ایک جماعت اپنے مقصد کے لیے جان پر کھیل جانے اور دنیا کو آخرت پر تج دینے کے لیے تیار ہے۔صاحبان سرمایہ واقتدار یعنی رؤسائے شہر غصے سے بل کھا کر نبوت وآخرت کااور اہلِ ایمان کے دنیاوی مرتبے کامذاق اڑارہے ہیں۔(حالات اب کیارخ اختیار کرتے ہیں اِن شاءاللہ آئندہ باب میں)

☆☆☆☆☆

۱۴ یہ کوئی حتمی تعداد نہیں ہے، ہم نے جلد اوّل [طبع اول ۲۰۱۵ء صفحہ ۱۱۴ اور ۱۴۱] میں اِن ۱۴۴ افراد کی فہرست دی ہے، مودودیؒ کی تحریروں سے مرتب سیرت سرورِ عالم میں یہ تعداد ۱۳۴ مذکور ہے، فیق ڈوگر صاحب کی کتب 'الامین' میں یہ تعداد ۲۰۷ مذکور ہے، جس میں اہلِ ایمان کے گھروں کے نابالغ افراد بھی شمار کیے گئے ہیں جس کی بنا پر یہ تعداد زیادہ نظر آرہی ہے۔ جس طرح انتخابات میں ایک حدِ عمر تک کے افراد ووٹنگ کے لیے قابلِ لحاظ ہوتے ہیں، اسی طرح انقلابی جماعتوں اور افواج میں قابلِ کردار قابلِ جنگ افراد ہی کو گنا جاتا ہے۔